امام ابن تیمیہ کے حدیث کے ردو قبول کے معیارات کا تحقیقی مطالعہ

A Scholarly Analysis of Imam Ibn Taymiyyah's Criteria For Rejecting and Accepting Hadith

Muhammad Rizwan [1]
Dr. Abul Hasan Shabbir Ahmad [2]

Abstract:

The Prophetic traditions (Ahadith) are a fundamental component of Islam, serving as the primary source of Shariah after the Quran. Ensuring the authenticity, reliability and acceptance or rejection of Ahadith has always been a priority for Islamic scholars. Imam Ibn-e-Taymiyyah, renowned for his profound scholarly insight and ijtihad (independent reasoning), established comprehensive and reliable principles for evaluating Ahadith. Ibn Taymiyyah's methodological approach was firmly grounded in the Quran and Sunnah, with his opinions consistently rooted in evidence and reason. He emphasized that the authenticity of any Hadith must be thoroughly examined and aligned with the definitive principles of the Quran and Sunnah. According to him, the chain of transmission (isnad), the textual content (matn), and the balance between narration and reasoning (riwayah and dirayah) are all crucial factors in ensuring that the foundation of Islamic teachings remains anchored in credible and sound sources that harmonize with the spirit of Shariah and rationality.

Keywords: *Ahadith, Shariah, Quran, Ibn-e-Taymiyyah, Accepting, Rejecting*.

احادیث نبویہ ﷺ دین اسلام کا ایک اہم ترین جزو ہیں جو قرآن کریم کے بعد شریعت اسلامی کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ احادیث کی صحت، استناد اور ان کے رد و قبول کے لیے مضبوط اصول وضوابط کا قیام ہمیشہ اہل علم کی ترجیح رہا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ، جو اپنی علمی بصیرت اور اجتہادی صلاحیت کے سبب اسلامی تاریخ میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں، نے حدیث کے رد و قبول کے باب میں نہایت جامع اور مستند اصول وضع کیے۔

ابن تیمیہ کا علمی منہج قرآن و سنت کی روشنی میں استوار ہے اور ان کی رائے ہمیشہ دلائل پر مبنی ہوتی ہے۔ ان کا یہ اصول تھا کہ کسی بھی حدیث کو قبول کرنے سے پہلے اس کی صحت کو جانچنا اور اسے قرآن و سنت کے قطعی اصولوں کے مطابق پرکھنا ضروری ہے۔ ان کے نزدیک حدیث کی سند، متن اور روایت و درایت کا توازن، سبھی عوامل اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ دین کی بنیاد ایسے مستند ذرائع پر قائم رہے جو شریعت کے مزاج اور عقل سلیم کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں۔ احادیث نبویہ دین اسلام کا ایک اہم حصہ ہیں اور شریعت کی بنیاد قرآن مجید کے بعد انہی پر قائم ہے۔ احادیث کی قبولیت یا رد کے لیے ایک مضبوط اور واضح معیار کی ضرورت ہے تاکہ ان احادیث کو صحیح اور ضعیف میں تمیز کیا جا سکے۔ اسلامی علوم کی

---

(1) Ph.D. Research Scholar, Department Of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur.

(2) Associate Professor, Department Of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur.

تاریخ میں اس موضوع پر علماء کرام نے بے شمار اصول وضع کیے ہیں، اور ان میں سے امام ابن تیمیہؒ کا طریقہ کار اور ان کے اصول ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

احادیث کے ردو قبول میں ابن تیمیہ کا نظریہ

امام ابن تیمیہؒ کا طریقہ کار قرآن وسنت پر مبنی تھا اور وہ ہمیشہ دلائل کے ساتھ بات کرتے تھے۔ ان کا اصول یہ تھا کہ کوئی بھی حدیث قبول کرنے سے پہلے اس کی صحت کو پرکھا جائے اور اسے قرآن اور متواتر سنت کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے۔

سند کی تحقیق: امام ابن تیمیہ کا منہج

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے حدیث کے قبول ورد میں سند کی تحقیق کو بنیادی معیار قرار دیا۔ ان کے نزدیک راویوں کی ثقاہت، اتصالِ سند اور جرح وتعدیل کے اصولوں کی پاسداری کے بغیر کسی حدیث کو قابل قبول قرار دینا علمی دیانت کے خلاف ہے۔ ذیل میں ان کے اصولوں کو معتبر کتب سے اقتباسات کے ساتھ تفصیل سے پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ ثقاہت راوی

امام ابن تیمیہ کا کہنا تھا کہ راویوں کی ثقاہت کو پرکھنا ضروری ہے، کیونکہ یہ حدیث کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط ہے۔ انہوں نے کہا:

"وإذا لم يكن الراوي عدلاً ضابطًا لم تقبل روايته" [3]

"اگر راوی عادل اور ضابط نہ ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔"

۲۔ اتصالِ سند

امام ابن تیمیہ کے نزدیک حدیث کی صحت کے لیے سند کا متصل ہونا لازمی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"الحديث الذي ينقطع إسناده لا يُبنى عليه حكم شرعي ولا عقائدي" [4]

"وہ حدیث جس کی سند منقطع ہو، اس پر نہ کوئی شرعی حکم مبنی ہو سکتا ہے اور نہ عقیدہ۔"

۳۔ جرح وتعدیل کے اصول

ابن تیمیہ جرح وتعدیل کے اصولوں کو باریکی سے استعمال کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں:

"لا يقبل الحديث إذا ثبت أن الراوي كذّاب أو ضعيف" [5]

3-ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، **منہاج السنہ النبویہ**، مدینہ منورہ: جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۱۰۔

Ibn Taymiyyah, Abdul Halim bin Ahmad, *Minhaj al-Sunnah al-Nabawiyyah*, Madinah Munawwarah: Jami'at al-Imam Muhammad bin Saud al-Islamiyyah, 1406H/1986CE, vol. 1, p. 10.

4 -ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، **درء تعارض العقل والنقل**، مدینہ منورہ: جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ج ۲، ص ۵۰۔

Ibn Taymiyyah, Abdul Halim bin Ahmad, *Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql*, Jami'at al-Imam Muhammad bin Saud al-Islamiyyah, vol. 2, p. 50.

5 -ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، **الفتاویٰ الکبریٰ**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۷ء، ج ۵، ص ۶۰۔

"وہ حدیث قبول نہیں کی جا سکتی جس کے راوی کے بارے میں جھوٹا یا ضعیف ہونے کا ثبوت مل جائے۔"

۴۔روایت و درایت کا توازن

امام ابن تیمیہ روایت کے ساتھ ساتھ درایت کو بھی اہمیت دیتے تھے۔ان کے نزدیک اگر متن کسی شرعی اصول کے خلاف ہو، تو اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔وہ کہتے ہیں:

"النصوص الشرعية لا بد أن تكون متوافقة مع العقل الصريح" [6]

"شرعی نصوص کا عقل صریح کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔"

مثال: ضعیف احادیث کا رد

امام ابن تیمیہ نے کئی ایسی احادیث کو رد کیا جن کی سند کمزور تھی، مثلاً:

- بعض احادیث جو صوفی نظریات کو تقویت دیتی ہیں، ان پر تنقید کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"إن هذه الأحاديث لا تصح سندًا ولا متناً" [7]

"بے شک یہ احادیث سند اور متن دونوں لحاظ سے درست نہیں ہیں۔"

یہ جملہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کسی حدیث کو قبول کرنے کے لیے اس کی سند (یعنی راویوں کا سلسلہ) اور متن (یعنی حدیث کا مضمون) دونوں کا صحیح ہونا ضروری ہے۔سند میں کوئی راوی ضعیف ہو یا متن قرآن، سنت یا عقل کے خلاف ہو، تو وہ حدیث معتبر نہیں سمجھی جاتی۔

حدیث کی صحت کو پرکھنے کے دو بنیادی پہلو ہیں:

سند کی صحت: حدیث کا سندی سلسلہ درست ہو، یعنی تمام راوی عادل اور ثقہ ہوں اور ان کا آپس میں اتصال ہو۔اگر کسی راوی میں جھوٹ یا بھول چوک کا شائبہ ہو، تو وہ سند ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔

متن کی صحت: حدیث کا متن عقلی اصولوں، قرآن اور ثابت شدہ سنت کے مطابق ہونا چاہیے۔اگر متن تضاد یا غیر معقولیت پر مبنی ہو، تو وہ بھی قابل قبول نہیں۔اس قول میں دونوں پہلوؤں کی جانب توجہ دلائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کچھ احادیث ایسی ہو سکتی ہیں جن کا نہ سند معتبر ہو اور نہ متن معیاری۔امام ابن تیمیہ اور دیگر محدثین نے اس بات پر زور دیا کہ حدیث کی جانچ ہمیشہ انصاف اور علمی اصولوں کی بنیاد پر کی جائے۔اس سلسلے میں وہ جرح و تعدیل، حدیث کے راویوں کے حالات اور متن کی گہرائی سے تحقیق پر بہت زور دیتے تھے۔یہ اصول نہ صرف احادیث کی حفاظت کے لیے ضروری ہیں بلکہ امت مسلمہ کو غیر مستند روایات سے بچانے کے لیے بھی۔

Ibn Taymiyyah, Abdul Halim bin Ahmad, *Al-Fatawa al-Kubra*, Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1408H/1987CE, 60/5

6۔ابن تیمیہ، **درء تعارض العقل والنقل**، ج۱، ص۸۸۔

Ibn Taymiyyah, *Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql*, vol. 1, p. 88.

7۔ابن تیمیہ، **منہاج السنہ النبویہ**، ج۴، ص۲۵۰۔

ibid, *Minhaj al-Sunnah al-Nabawiyyah*, vol. 4, p. 250.

متن کی جانچ: امام ابن تیمیہ کا منہج

امام ابن تیمیہؒ کے اصولِ حدیث میں متن کی جانچ ایک اہم پہلو ہے۔ وہ حدیث کے متن کو قرآن، سنتِ قطعی اور عقلِ سلیم کے معیار پر پرکھنے کے قائل تھے۔ ان کے نزدیک حدیث کا متن اگر کسی ایسی بات پر مشتمل ہو جو قرآن یا قطعی الثبوت نصوص کے خلاف ہو، یا شریعت کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہو، تو اس کی مزید تحقیق ضروری ہے۔

ا۔ قرآن اور سنت کے مطابق ہونا

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"النصوص الصحيحة لا تتعارض مع القرآن ولا مع السنن المتواترة، فإن وجد ذلك، فالحديث بحاجة إلى التمحيص والتدقيق". [8]

" صحیح نصوص قرآن اور متواتر سنت کے خلاف نہیں ہوتیں، اور اگر کسی حدیث میں ایسا پایا جائے تو اسے تحقیق کی ضرورت ہے۔"

اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ جو نصوص (احادیث) واقعی صحیح ہیں، وہ کبھی بھی قرآنِ کریم یا قطعی الثبوت (یقینی) سنت کے خلاف نہیں ہو سکتیں۔ اگر کوئی حدیث ان سے ٹکراتی محسوس ہو، تو اس حدیث کو قبول کرنے سے پہلے اس کی سند اور متن کی گہرائی سے تحقیق کرنا ضروری ہے تاکہ اصل حقیقت واضح ہو سکے۔

قرآن مجید کو شریعت کا سب سے مضبوط اور بنیادی مصدر مانا جاتا ہے، اور سنتِ متواترہ (وہ سنت جو تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے) اس کی تشریح اور تکمیل کرتی ہے۔ صحیح حدیثیں ان دونوں کے ساتھ مکمل ہم آہنگی رکھتی ہیں۔ جب کوئی حدیث قرآن یا متواتر سنت کے ساتھ تضاد میں محسوس ہو، تو یہ ممکن ہے:

- حدیث ضعیف ہو۔
- حدیث کا کوئی خاص سیاق و سباق ہو جو واضح نہ ہو۔
- حدیث کی تشریح میں کوئی غلطی ہوئی ہو۔

امام ابن تیمیہ جیسے محدثین نے اس اصول پر زور دیا کہ جب کوئی حدیث قرآن یا سنت کے ساتھ ٹکراتی معلوم ہو، تو جلد بازی میں اس کو رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ مکمل تحقیق اور جرح و تعدیل کے اصولوں کے تحت اس کی حقیقت معلوم کرنی چاہیے۔ یہ اصول دین اسلام کی علمی میراث کی حفاظت کی بنیاد ہے۔ اس کے ذریعے امت کو ضعیف اور موضوع (گھڑی ہوئی) احادیث کے اثرات سے محفوظ رکھا گیا اور اسلامی شریعت کی صداقت کو برقرار رکھا گیا۔

---

8 ابن تیمیہ، **درء تعارض العقل والنقل**، ج ۱، ص ۹۰۔

Ibn Taymiyyah, *Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql*, vol. 1, p. 90.

۲۔ عقل اور نقل میں ہم آہنگی

امام ابن تیمیہ کے نزدیک عقل اور نقل میں کوئی حقیقی تضاد نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی حدیث بظاہر عقل کے خلاف معلوم ہو، تو یا تو اس کی سند ضعیف ہے، یا پھر اس کے معنی کی تشریح میں غلطی ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"إذا ثبت الحديث فهو موافق للعقل الصريح، وإذا ظهر التعارض فإما الخطأ في السند أو الفهم"[9].

یعنی ثابت شدہ حدیث عقلِ صریح کے مطابق ہوتی ہے، اور اگر تضاد نظر آئے تو سند یا فہم میں غلطی کا امکان ہوتا ہے۔

۳۔ شریعت کے اصولوں کے مطابق ہونا

امام ابن تیمیہ ایسی احادیث کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے جو شریعت کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہوں۔ ان کے نزدیک حدیث کا متن دین کے عمومی مزاج اور مقاصد کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"ما خالف الشريعة في أصولها العامة فهو موضوع أو مكذوب". [10]

مثال: غیر معمولی دعوے

امام ابن تیمیہ نے ان احادیث کو خاص طور پر رد کیا جو عجیب و غریب دعووں پر مبنی ہوں اور شریعت کے عمومی اصولوں کے خلاف ہوں۔ مثلاً وہ احادیث جو کسی ولی کے معصوم ہونے کا ذکر کریں، ان پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"هذه الأحاديث لا أصل لها وهي منافية لعموم الكتاب والسنة". [11]

معاشرتی اور علمی تناظر: امام ابن تیمیہ کا اصول

امام ابن تیمیہؒ حدیث کے فہم اور تشریح میں معاشرتی اور تاریخی پس منظر کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ احادیث کے معنی و مفہوم کو سمجھنے کے لیے ان کے نزول کے وقت کے حالات، معاشرتی ضرورت اور علمی پس منظر کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ ان کے مطابق، بعض احادیث کا اطلاق مخصوص زمان و مکان یا مخصوص حالات سے جڑا ہوتا ہے، اور ان کا عمومی اطلاق درست فہم کے بغیر گمراہی کا سبب بن سکتا ہے۔

ا۔ حدیث کا سیاق و سباق

امام ابن تیمیہ احادیث کو ان کے سیاق و سباق میں پرکھنے پر زور دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"لابد من النظر في أسباب ورود الحديث وفهم النصوص في سياقها الزماني والمكاني". [12]

---

9 ابن تیمیہ، **درء تعارض العقل والنقل**، ج ۲، ص ۱۰۵۔

Ibn Taymiyyah, *Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql*, vol. 2, p. 105.

10 ابن تیمیہ، **منہاج السنہ النبویہ**، ج ۳، ص ۱۸۰۔

ibid, *Minhaj al-Sunnah al-Nabawiyyah*, vol. 3, p. 180

11 ابن تیمیہ، **الفتاویٰ الکبریٰ**، ج ۴، ص ۲۰۰۔

Ibn Taymiyyah, *Al-Fatawa al-Kubra*, vol. 4, p. 200

12- ابن تیمیہ، **مجموع الفتاویٰ**، ج ۱۹، ص ۲۱۰۔

یعنی حدیث کے اصل مفہوم کو سمجھنے کے لیے اس کے نزول کے اسباب اور زمان و مکان کے سیاق کو دیکھنا ضروری ہے۔

۲۔ مخصوص حالات کے لیے احادیث

امام ابن تیمیہ نے کئی مرتبہ واضح کیا کہ کچھ احادیث مخصوص حالات اور ضروریات کے تحت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائیں، اور ان کا عمومی اطلاق مناسب نہیں۔ مثال کے طور پر، جنگ اور امن کے حالات میں دی گئی ہدایات یا ایسے معاملات جن کا تعلق خاص سماجی ضرورت سے ہو۔ انہوں نے فرمایا:

"بعض الأحاديث جاءت لمعالجة أوضاع خاصة، فلا يجوز تعميمها على كل الأزمنة". 13

"بعض احادیث مخصوص حالات یا مسائل کے حل کے لیے نازل ہوئیں، لہذا ان کا ہر زمانے اور ہر حال پر اطلاق کرنا جائز نہیں۔"

۳۔ معاشرتی حقائق کی روشنی میں تشریح

امام ابن تیمیہ کا ایک اہم اصول یہ تھا کہ معاشرتی اور علمی حقائق کو حدیث کی تشریح میں مد نظر رکھا جائے۔ ان کے نزدیک، ایسا کرنا نہ صرف حدیث کے صحیح فہم کو یقینی بناتا ہے بلکہ امت میں فتنہ اور غلط فہمیوں سے بھی بچاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

"تغيير الزمان وتطور الأحوال يجب أن يراعى في فهم النصوص الشرعية". 14

"زمانے کی تبدیلی اور حالات کی ترقی کو شرعی نصوص کی تفہیم میں ملحوظ رکھنا چاہیے۔"

یہ قول اس اہم اصول کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شریعت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں زمانے کی تبدیلیوں اور حالات کی ترقی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی شریعت ایک ہمہ گیر اور لچکدار نظام ہے جو ہر دور کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، بشرطیکہ نصوص شرعیہ (قرآن وسنت) کو ان کے اصل اصولوں کے ساتھ بدلتے حالات کے تناظر میں سمجھا جائے۔ یہ اصول اجتہاد کے دروازے کو کھلا رکھتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ شریعت ایک زندہ اور متحرک نظام کے طور پر معاشرتی ترقی کے ساتھ ہم آہنگ رہے۔ علمائے امت پر لازم ہے کہ وہ نصوص کو اس حکمت اور سیاق کے مطابق سمجھیں جس میں وہ نازل ہوئیں اور بدلتے زمانے کے تقاضوں کو نظر انداز نہ کریں۔

مثال: جہاد کے متعلق احادیث

جہاد سے متعلق احادیث کی تشریح کرتے ہوئے، امام ابن تیمیہ نے واضح کیا کہ ان احادیث کا اطلاق ان مخصوص حالات پر ہے جب مسلمان کسی ظالم یا جارح کے خلاف اپنی آزادی یا دین کے تحفظ کے لیے لڑ رہے ہوں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ان احادیث کو عمومی اور ہر دور میں لاگو کرنا درست نہیں۔

قرآن کے ساتھ تطبیق: امام ابن تیمیہ کا اصول

Ibn Taymiyyah, *Majmu' al-Fatawa*, 210/19

13 ابن تیمیہ، **منہاج السنہ النبویہ**، ج ۴، ص ۳۰۰۔

Ibn Taymiyyah, *Minhaj al-Sunnah al-Nabawiyyah*, vol. 4, p. 300.

14 ابن تیمیہ، **درء تعارض العقل والنقل**، ج ۲، ص ۱۴۵۔

Ibn Taymiyyah, *Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql*, vol. 2, p. 145.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث کی صحت اور فہم میں قرآن مجید کو بنیاد بنایا جانا انتہائی ضروری ہے۔ان کے اصولوں میں یہ بات شامل ہے کہ حدیث کا متن قرآن کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے، کیونکہ قرآن قطعی الثبوت ہے اور اس کا ہر حرف یقینی وحی پر مبنی ہے۔اگر کسی حدیث کا متن قرآن کے واضح احکامات یا اصولوں سے ٹکراتا محسوس ہو، تو وہ حدیث کے مزید تجزیے اور تحقیق کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔

ا۔قرآن کی حیثیت بنیادی معیار کے طور پر

امام ابن تیمیہ نے واضح کیا کہ قرآن ہر دینی مسئلے میں پہلا اور اعلیٰ معیار ہے۔انہوں نے فرمایا:

"كل حديث يخالف صريح القرآن فهو مردود".[15]

یعنی ہر وہ حدیث جو قرآن کے صریح معنی کے خلاف ہو، قابل قبول نہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حدیث قرآن کے کسی اصول سے متصادم لگے تو اس کا فہم یا صحت دوبارہ جانچنی ہوگی۔

۲۔قرآن اور حدیث میں تضاد کی صورت

امام ابن تیمیہ قرآن اور حدیث میں تضاد کو ناممکن قرار دیتے ہیں، لیکن اگر قرآن اور حدیث میں بظاہر تضاد محسوس ہو، تو وہ قرآن کو فوقیت دیتے ہیں اور حدیث کو مختلف زاویوں سے پرکھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں:

"إذا تعارض الحديث مع القرآن وجب تقديم القرآن؛ لأنه الأصل الذي لا ريب فيه".[16]

"جب حدیث قرآن کے ساتھ متعارض ہو تو قرآن کو ترجیح دینا واجب ہے، کیونکہ قرآن وہ اصل ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔"

۳۔احادیث کی تفسیر میں قرآن کا استعمال

امام ابن تیمیہ احادیث کی تشریح اور ان کے فہم کے لیے قرآن مجید کو ایک کسوٹی کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ان کے نزدیک، بہت سی احادیث کو سمجھنے کے لیے قرآن کی آیات رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔مثال کے طور پر:

- اگر کوئی حدیث انسانوں کے اعمال کے بارے میں فیصلہ کن انداز اختیار کرتی ہے، تو وہ اسے قرآن کی آیات "لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا"[17] اور "وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ"[18] کے ساتھ تطبیق دیتے ہیں۔

---

15 ۔ابن تیمیہ، **مجموع الفتاویٰ**، ج ۱۳، ص ۳۵۱۔

Ibn Taymiyyah, *Majmu' al-Fatawa*, vol. 13, p. 351.

16 ابن تیمیہ، **درء تعارض العقل والنقل**، ج ۱، ص ۵۸۔

Ibn Taymiyyah, Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql, vol. 1, p. 58.

17 البقرہ ۲:۲۸۶۔ Al-Baqara, 2:286

18 فصلت:۴۶۔ Fussilat: 46

۴۔ قرآن کی فوقیت کا عملی نمونہ

ایک مثال "شفاعت" سے متعلق احادیث کی ہے، جنہیں امام ابن تیمیہ قرآن کی روشنی میں پرکھتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ شفاعت کی تمام احادیث کو قرآن کی آیات "مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ" [19] اور "وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى" [20] کے مطابق سمجھا جائے گا۔

علمی امانت اور امام ابن تیمیہؒ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو علمی دیانت داری اور انصاف کے میدان میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ وہ تحقیق میں نہایت محتاط تھے اور احادیث کے قبول ورد میں اپنی ذاتی پسند یا کسی خاص مکتب فکر کے رجحانات سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔ ان کا منہج اس بات کا مظہر تھا کہ ہر حدیث کو کتاب و سنت، عقل سلیم اور اجماع امت کی روشنی میں پرکھا جائے۔

۱۔ احادیث کے قبول ورد میں اصول پسندی

امام ابن تیمیہؒ نے واضح کیا کہ حدیث کے قبول یا رد کا فیصلہ صرف علمی دلائل کی بنیاد پر کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا:

"كل من يرد حديثًا بلا برهان أو يقبله بلا دليل فقد خان الأمانة العلمية". [21]

"جو شخص بغیر دلیل کے حدیث کو رد کرتا ہے یا بغیر برہان کے اسے قبول کرتا ہے،
وہ علمی امانت میں خیانت کرتا ہے۔"

یہ اصول ان کی علمی دیانت کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے، جہاں وہ کسی حدیث کے رد یا قبول کے لیے واضح دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔

۲۔ ذاتی رجحانات سے اجتناب

امام ابن تیمیہؒ نے علمی معاملات میں ذاتی رجحانات اور تعصبات کو شامل نہ کرنے کی تاکید کی۔ وہ احادیث کی جانچ کے دوران صرف اس بات کو مد نظر رکھتے تھے کہ حدیث کا متن اور سند شرعی اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں۔ ان کے نزدیک علمی امانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی حدیث کو قبول کرنے یا رد کرنے میں غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا جائے۔

۳۔ دیگر علماء کی آراء کا احترام

امام ابن تیمیہ نے اپنے علمی اختلافات کے باوجود دیگر علماء کے ساتھ حسن ظن اور ان کی رائے کا احترام کیا۔ وہ فرماتے ہیں:

"الاختلاف في الفروع لا يفسد للود قضية، ولكن يجب أن يكون مبنيًا على علم وعدل". [22]

---

19 البقرہ ۲:۲۵۵۔ Al-Baqarah, 2: 255

20 سورۃ الانبیاء: ۲۸ Al-Anbiya: 28

21 - ابن تیمیہ، **مجموع الفتاویٰ**، ج ۲۰، ص ۳۵۔ Ibn Taymiyyah, *Majmu' al-Fatawa*, vol. 20, p. 35.

22 ابن تیمیہ، **درء تعارض العقل والنقل**، ج ۱، ص ۱۵۔ Ibn Taymiyyah, *Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql*, vol. 1, p. 15

"فروعی مسائل میں اختلاف محبت یا تعلقات کو خراب نہیں کرتا، لیکن یہ اختلاف علم اور انصاف پر مبنی ہونا چاہیے۔"

۴۔ کتاب وسنت کو بنیاد بنانا

امام ابن تیمیہؒ ہمیشہ کتاب وسنت کو اپنے اجتہاد اور تحقیق کی بنیاد بناتے تھے۔ وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ کوئی بھی علمی رائے یا فیصلہ قرآن وحدیث کے واضح اصولوں سے متصادم نہ ہو۔

۵۔ علمی امانت کے عملی نمونے

امام ابن تیمیہ کے علمی منہج کا عملی نمونہ ان کی تصنیفات میں بخوبی نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر:

- ان کی کتاب" **مجموع الفتاوى**" میں وہ ہر مسئلے کو کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ پرکھتے ہیں۔
- "منهاج السنة النبوية "میں مخالفین کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے وہ علمی دیانت داری کو قائم رکھتے ہیں اور ہر دلیل کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

نتیجہ بحث:

امام ابن تیمیہ کا علمی منہج انصاف، غیر جانبداری اور امانت داری پر مبنی تھا۔ انہوں نے ہمیشہ دلائل کی بنیاد پر تحقیق کی اور علمی دیانت داری کو اپنی ہر تصنیف اور گفتگو میں شامل کیا، جو آج کے علمی میدان کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔

مخالفین کا رد اور ابن تیمیہ کا منہج

امام ابن تیمیہؒ کی علمی خدمات اور اصولی تحقیق پر بعض علماء اور مفکرین نے تنقید کی۔ خاص طور پر ان کے حدیث کے قبول ورد کے معیار اور ان کی عقائدی ترجیحات پر اعتراضات کیے گئے۔ تاہم، ابن تیمیہ نے ہمیشہ ان تنقیدات کا مدلل اور مفصل جواب دیا، جس میں ان کے دلائل کی بنیاد قرآن، سنت، اجماع امت اور عقل سلیم پر ہوتی تھی۔

۱۔ احادیث کی جانچ پر اعتراضات

بعض مخالفین نے یہ اعتراض کیا کہ ابن تیمیہ احادیث کو محض سند کی بنیاد پر رد کرتے ہیں اور متن کے اندر موجود حکمت یا پیغام کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ لیکن ابن تیمیہ نے اپنے منہج میں یہ وضاحت کی کہ حدیث کی قبولیت صرف سند پر منحصر نہیں بلکہ اس کے متن کی ہم آہنگی قرآن، قطعی الثبوت سنت اور عقل کے ساتھ بھی ضروری ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"الحديث إذا خالف القرآن أو السنة الثابتة فهو دليل على عدم ثبوته".[23]

"اگر کوئی حدیث قرآن یا ثابت شدہ سنت کے خلاف ہو، تو یہ اس حدیث کے غیر ثابت ہونے کی دلیل ہے۔"

---

23 ۔ابن تیمیہ، **مجموع الفتاویٰ**، ج ۱۳، ص ۲۶۱

Ibn Taymiyyah, *Majmu' al-Fatawa*, vol. 13, p. 261.

۲۔ علمی مباحث کا انفرادی منہج

مخالفین نے ان پر الزام لگایا کہ وہ بعض اوقات اجماع کے خلاف اپنی رائے دیتے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے وضاحت کی کہ ان کا منہج اجماع کی حقیقت کو سمجھنے پر مبنی ہے۔ وہ ہر اجماع کو تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ اس کی صحت کو پرکھتے تھے۔ ان کے نزدیک جو اجماع کتاب و سنت کے دلائل سے ہم آہنگ نہ ہو، وہ قابل قبول نہیں۔

"الإجماع عند التحقيق لا يخرج عن دليل الكتاب والسنة". [24]

"تحقیق کے وقت اجماع کتاب و سنت کے دلائل سے باہر نہیں نکلتا۔"

۳۔ مخالفین کے دلائل کا علمی جواب

ابن تیمیہؒ نے ہر اعتراض کا جواب علمی دیانت داری اور تفصیل سے دیا۔ ان کی کتاب" منهاج السنة النبوية " میں رافضی فرقے کے اعتراضات کے جوابات اس کی بہترین مثال ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے مخالفین کے دلائل کو نقل کیا اور پھر ان کا رد کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کیا۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ علمی مباحث میں دلیل کی قوت کو بنیاد بنایا جائے نہ کہ شخصی اختلافات کو۔

۴۔ حدیث کے متن اور اثرات پر غور

ابن تیمیہؒ کا ایک اہم اصول یہ تھا کہ حدیث کی قبولیت کے وقت اس کے متن اور اثرات پر بھی غور کیا جائے۔ ان کا موقف تھا کہ جو حدیث قرآن، سنت اور عقل کے اصولوں سے متصادم ہو، وہ صحت کے معیار پر پورا نہیں اترتی۔ مخالفین کے اس اعتراض کا انہوں نے مضبوطی سے دفاع کیا کہ حدیث کا متن بھی سند کی طرح اہم ہے۔

۵۔ علمی امانت کا مظاہرہ

امام ابن تیمیہؒ کے مخالفین نے بعض اوقات ان پر علمی بددیانتی کا الزام بھی عائد کیا۔ لیکن ان کی تصانیف سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ مخالفین کے دلائل کو دیانت داری سے نقل کرتے اور ان کا جواب دیتے تھے۔ ان کا یہ قول ان کے منہج کی عکاسی کرتا ہے :

"نقل الأمانة العلمية هو أصل الجدل بين العلماء". [25]

"علمی امانت کی نقل و حمل علماء کے درمیان بحث و جدل کی بنیاد ہے۔"

امام ابن تیمیہؒ کا منہجِ حدیث ان کے علمی مقام اور دینِ اسلام کی خدمت کے لیے گہرے اصولوں پر مبنی تھا۔ وہ حدیث کے قبول و رد میں نہایت باریک بینی سے کام لیتے اور اس سلسلے میں اصولِ حدیث کے قواعد کو بنیادی حیثیت دیتے تھے۔ ان کے نزدیک کسی حدیث کی صحت کے لیے تین اہم امور کا جائزہ ضروری ہے: راویوں کی ثقاہت، سند کا اتصال، اور حدیث کے متن کی جانچ۔ وہ راویوں کی ثقاہت کا تعین جرح و تعدیل کے

24۔ ابن تیمیہ، **درء تعارض العقل والنقل**، ج ۱، ص ۴۰۔

Ibn Taymiyyah, *Dar' Ta'arud al-'Aql wa al-Naql*, vol. 1, p. 40

25۔ ابن تیمیہ، **مجموع الفتاویٰ**، ج ۲۰، ص ۴۵۔

Ibn Taymiyyah, *Majmu' al-Fatawa*, vol. 20, p. 45.

اصولوں کے مطابق کرتے اور کسی بھی روایت کو قبول کرنے سے قبل راوی کے دیانت دار اور مضبوط حافظہ ہونے کی تصدیق کرتے تھے۔ اگر کسی راوی میں ضعف پایا جاتا تو ایسی روایت کو رد کر دیتے تھے۔

امام ابن تیمیہ حدیث کے متن کو بھی پرکھنے میں خاص اہمیت دیتے تھے۔ ان کے نزدیک حدیث کے متن کو قرآن، سنتِ متواترہ، اور عقلِ سلیم کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگر کوئی حدیث قرآن یا سنت کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہوتی یا شریعت کے مقاصد کے خلاف ہوتی، تو وہ اسے رد کر دیتے تھے۔ ان کا یہ اصول ان کی علمی بصیرت اور دین کی حفاظت کے عزم کا مظہر تھا۔

امام ابن تیمیہ نے قرآن کو ہر دینی مسئلے میں اولین معیار قرار دیا اور احادیث کو بھی اسی میزان پر پرکھنے کی دعوت دی۔ ان کے نزدیک قرآن و سنت کے درمیان ہم آہنگی دین کے فہم کی بنیاد ہے، اور وہ ایسی احادیث کو کسی صورت قبول نہیں کرتے تھے جو قرآن یا عقل کے خلاف ہوں۔ ان کا یہ منہج امت کو ضعیف اور موضوع روایات سے بچانے کے لیے ایک مضبوط ڈھال ثابت ہوا۔

امام ابن تیمیہ کا منہج علمی دیانت، گہرائی، اور دینی اصولوں کی حفاظت کی ایک مثالی شکل تھا۔ انہوں نے نہ صرف اصولِ حدیث کی پاسداری کی بلکہ امت کو ضعیف احادیث کی گمراہی سے بچانے کے لیے عملی اقدامات بھی کیے۔ ان کا منہج آج بھی علمائے کرام کے لیے رہنما اصول فراہم کرتا ہے اور ان کی خدمات اسلامی علوم کے فروغ میں ایک اہم سنگِ میل ہیں۔